



ہریانوی زبان کا ارتقاء

The Evolution of the Haryānvī Language

Dr. Sabir Ali¹

Article QR

Article History

Received
09-03-2026

Accepted
28-03-2026

Published
31-03-2026

Abstract & Indexing

WORLD of JOURNALS



ACADEMIA



Abstract

The Haryanvi language, commonly known as Haryānvī, is the principal vernacular of the Haryana region in northern India and derives its name from this geographical association. Historically, it has been referred to by various names such as Bangru, Jatu, Deswali, Powadhi, Khadri, Ahirwati, Ranghri, and Rohtaki, which are, in fact, its regional dialects rather than entirely distinct languages. Even today, Haryanvi is spoken in multiple standardized dialectal forms across the state, reflecting its rich linguistic diversity and cultural depth. Before the partition of the Indian subcontinent, the region of Haryana comprised four major districts Hisar, Rohtak, Jind, and Karnal and was administratively part of the Ambala Division. The region holds significant historical importance and is often referred to as the “Battlefield of India” due to its strategic location. Numerous historical invasions and battles occurred in this area, as it served as a primary route for invaders advancing toward Delhi. Historical records indicate that within a radius of approximately 150 kilometers around Delhi, numerous princely clans were settled, who resisted foreign invasions with remarkable courage and resilience. Despite its historical prominence, the region has long been considered socio-economically underdeveloped. Nevertheless, the Haryanvi language has remained a strong marker of regional identity, preserving the cultural and social ethos of its speakers. This study highlights the historical, linguistic, and cultural evolution of Haryanvi, emphasizing its dialectal richness and its role in shaping the identity of the Haryana region.

Keywords:

Haryanvi Language, Haryānvī, Haryana Region, Dialects of Haryanvi, Bangru, Deswali, Ahirwati, Linguistic Evolution, Regional Identity, Cultural Heritage.

¹ Research Scholar, Secondary School Teacher, Government High School Kotla Ali Dasti, Lodhran.
harisalisabir81@gmail.com



HIRA INSTITUTE
of World Nations Research & Development



“Y” Category



REVIEWER CREDITS

ROAD

OPEN ACCESS

موضوع کا تعارف:

زبان منہ کے اندر کا عضو ہے جو لفظی اظہار کا ذریعہ بھی ہے اور قوتِ ذائقہ بھی رکھتی ہے۔ زبان کی تخلیق صوتی فلسفہ کے تحت وجود میں آئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ساتھ ہی اظہارِ مدعا کے لیے الفاظ کی ضرورت پڑی جو مختلف آوازوں کا مجموعہ تھیں۔ ان آوازوں کو لسانیات کی لغت میں حروفِ تہجی کہا جاتا ہے۔ یہ حروف اصل میں بنیادی آوازیں ہیں جنہیں جوڑ کر الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مولوی عبدالحق اس ضمن میں یوں لکھتے ہیں:

”سادہ آوازوں کو تحریری علامتوں میں لانے کا نام حروف ہے۔“¹

اس طرح مولوی فتح محمد خان حروف کی تشکیل پر خاصی دسترس رکھتے ہیں۔ ان کی تحقیق حروف، حروف کی اشکال اور حروف کے صوتی اثرات کے حوالے سے مستند سمجھی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”لفظ کے لغوی معنی کسی چیز کے پھینک دینے یا منہ سے نکال ڈالنے کے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں بھی لفظ بمعنی ملفوظ ہیں۔“²

حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ زبان ابلاغ کا واحد اور اہم ذریعہ ہے۔ ہر خطے کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر علاقے کا اپنا تہذیب و تمدن ہوتا ہے۔ زبان اور تہذیب و تمدن مل کر اس خطے کا ادب ترتیب دیتے ہیں جو اس خطے کی شناخت اور روایات کا امین ہوتا ہے۔ خطہ برصغیر (ہندوستان اور پاکستان) میں سینکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں اور ہر زبان اپنا سماجی، تہذیبی اور لسانی حوالہ رکھتی ہے۔

ہریانوی زبان خطہ ہریانہ کی زبان ہے اور اسی نسبت سے ہریانوی یا ہریانوی کہلاتی ہے۔ ماضی میں اسے بانگڑو، جاٹو، دیسوالی، پوادی، کھادری، آہیرواٹی، رانگھڑی، روہنگی سمیت کئی اور ناموں سے بھی پکارا جاتا رہا ہے جو اصل میں اس کے لہجے ہیں۔ آج بھی ہریانوی دس مستند لہجوں کے ساتھ ہریانہ میں بولی جاتی ہے۔ ہریانہ تقسیم ہند سے قبل چار اضلاع (حصار، روہنگ، جیند اور کرنال) پر مشتمل تھا۔ اس وقت یہ علاقہ انبالہ ڈویژن میں شامل تھا۔ ہریانہ کو (Battle Field of India) کہا جاتا ہے۔ تاریخ کی بہت سی جنگیں اسی خطہ میں ہوئیں۔ تمام حملہ آور اس علاقے سے ہو کر دہلی تک پہنچے۔ تاریخ شاہد ہے کہ دہلی کے چاروں جانب ایک سو پچاس کلومیٹر تک پچاس رجاؤں نے آباد تھے جنہوں نے ان تمام حملہ آوروں کا دلیری اور جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ ہریانہ کا علاقہ پس ماندہ تھا۔ صنعت و حرفت کا یہاں کوئی سلسلہ ہی نہیں تھا۔ یہاں کے اہم پیشوں میں گلہ بانی اور زراعت شامل تھے۔ اس وقت نہری نظام کا وجود نہیں تھا۔ دونوں پیشوں کا دار و مدار زراعت پر تھا۔ یہاں اگر بارش ہوتی تو خوش حالی ورنہ قحط سالی کا دور دورہ ہوتا تھا۔ لوگ مویشی سمیت ترک سکونت کر کے دوسرے علاقوں میں چلے جاتے اور وہاں ہی آباد ہو جاتے تھے۔ 1871ء میں جارج تھامس کے کنٹرول میں آنے کے بعد اس علاقے نے ترقی کرنا شروع کی اور بہتری کی راہ پر گامزن ہوا۔ اس علاقے کے لوگ دلیر، جفاکش اور خوددار تھے۔ فوج کے علاوہ کسی ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ لوگ زراعت اور گلہ بانی سے رزق کماتے تھے اور جو مل جاتا اس پر قناعت کر لیتے تھے لیکن اپنی خودداری کا سودا نہیں کرتے تھے۔ ہریانہ 22 اضلاع پر مشتمل ہے جس کی کل آبادی 2012ء کی مردم شماری کے مطابق تقریباً تین کروڑ بتائی جاتی ہے۔ اس مردم شماری کو 14 سال گزر چکے ہیں۔ اس وقت دوسرے صوبوں، سرحدی علاقوں اور دیس میں پھیلے منتشر ہریانوی بولنے والوں کی تعداد شامل کر کے یہ تعداد پانچ سے چھ کروڑ پکار ڈکی گئی ہے۔ اسی طرح تقسیم ہند کے دوران ہریانہ سے پاکستان منتقل ہونے والے مہاجرین کی تعداد بھی اتنی ہے۔ عظیم محقق اور نقاد کنور ثار احمد لکھتے ہیں:

”ہریانوی پنجاب کی سب سے بڑی زبان ہے۔ پاکستان میں ہریانوی بولنے والے چار سے پانچ کروڑ ہیں جو پورے پاکستان میں منتشر آباد ہیں۔ پنجاب کی تین علاقائی زبانیں ہریانی، پنجابی اور سرائیکی ہیں۔ اُردو اور ہریانی لازم و ملزوم ہیں۔ ہریانوی زبان کو اردو کی ماں کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔“³

تحقیق ثابت کرتی ہے کہ ہریانوی برصغیر پاک و ہند میں آٹھ سے دس کروڑ لوگوں کی زبان ہے۔ ہریانوی کے ارتقاء پر مزید بات کرنے سے قبل اس کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ حقائق پوری طرح کھل کر سامنے لائے جاسکیں۔

ہریانوی کا تاریخی پس منظر:

آریائی قوم وسط ایشیاء سے دو گروہ کی صورت میں ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں منتقل ہوئی۔ ان میں سے ایک گروہ نے مغرب کی طرف سفر کیا اور دوسرا ایران کے راستے ہندوستان میں داخل ہوا۔ ہندوستان میں آریاں دو گروہ کی صورت میں آئے۔ ایک گروہ نے رہنے کے لیے سندھ کا انتخاب کیا اور دوسرا مدھیہ پردیش میں آکر آباد ہوا۔ آریاؤں نے مقامی لوگوں کو شو درکانام دیا۔ آریاؤں کی زبان ایران سے ہوتی ہوئی ہندوستان آئی۔ کچھ محققین آریوں کی آمد تبت کے راستے سے بھی منسوب کرتے ہیں لیکن زیادہ وسطی ایشیاء کے علاقے سے آمد کی تصدیق کرتے ہیں۔

آریاؤں نے یہاں سنسکرت زبان کو اپنایا، جو وہ ساتھ لائے تھے۔ اس گروہ کی آمد کے چار سو سال بعد دوسرا گروہ بھی ہندوستان آگیا۔ یہاں پچھلے چار سو سالوں سے سنسکرت کو عروج حاصل رہا تھا۔ اب اس کے ساتھ دوسرے گروپ کے ذریعے فارسی نے بھی اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔ داراشاہ فارس نے پنجاب فتح کیا۔ ”داستان اُردو“ میں نصیر حسین خیال لکھتے ہیں:

”اس طرح فارسی آریائی اور ہند آریائی زبانیں پھر سے باہم شکر شیر ہو گئیں یعنی ژند سنسکرت سے اور سنسکرت ژند سے مل گئی۔“⁴

آریہ اپنے ساتھ جو زبان لائے اس کا دائرہ کار صرف فاتح، حاکم اور خاص طبقے تک تھا۔ عوام کی اپنی زبان پر اُکرت تھی۔ آریہ ایران سے ہندوستان آئے لہذا ہماری ہند آریائی کا تعلق پہلے ہند یورپی سے جڑا، بعد میں ہند ایرانی سے۔ ڈاکٹر شجاع ناموس اس ضمن میں یوں لکھتے ہیں:

“Aryans entered India, horde after horde and tribe after tribe. This process started about 1500 B.C and continued for about two centuries. Then they spoke the Basic-Aryan language which was spoken by them on the shore of Caspian Sea.”⁵

تحقیق جیسے جیسے آگے بڑھتی گئی، بہت سارے دلچسپ پہلو سامنے آتے گئے اور برصغیر میں لسانی حقائق کی کہانی کھلتی گئی۔ آریوں کی قدیم کتب اور ہندی ویدوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہندوستانی بولیوں سے متاثر ہوئے لیکن ان بولیوں کے اپنانے میں پوری طرح قائل نہ ہوئے۔ سنسکرت کا مطلب پاک ہے لہذا برہمنوں نے اپنی شان اور وقار کے مطابق سنسکرت کو برتری دینے کے لیے اپنے قاعدے اور قوانین وضع کیے۔ چھوٹی ذات کے لوگوں کے لیے اس زبان کا بولنا اور چھوٹا ممنوع تھا۔ اس سے ایک امر ضرور سامنے آیا کہ دیسی زبانوں اور آریائی زبان کے ملاپ سے ایک نئی زبان وجود میں آئی۔ اس زبان کا نام پراکرت (فطری زبان) رکھا گیا۔ یہی زبان عوام کی زبان کہلائی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ جدید زبان سنسکرت سے پیدا ہوئی تھی۔ اصل میں آریوں نے مقامی ہندوؤں کو چھوٹ سمجھتے ہوئے ان کو تعصب کا نشانہ بنایا تو مقامی لوگوں نے اپنی زبان کو ترقی دی اور وہ پراکرت جو ان کی مقامی بولی تھی اس کی جانب پھر سے مائل ہوئے۔ سنسکرت کے حوالے سے یہ گتھی مرزا خلیل احمد بیگ نے سلجھائی۔

”سنسکرت کے ارتقاء اور فروغ کا زمانہ قدیم ہند آریائی عہد کہلاتا ہے جو 1500 قبل مسیح سے 500 قبل مسیح تک قائم رہتا ہے۔ اس عہد میں سنسکرت زبان وجود میں آتی دکھائی دی۔ اس کی دو شکلیں بھی یکے بعد دیگرے نمودار ہوئیں جنہیں ویدک سنسکرت اور کلاسیک سنسکرت کہتے ہیں۔ ویدک سنسکرت میں وید تصنیف کیے گئے اور کلاسیک سنسکرت میں ادب کی تخلیق عمل میں آئی۔“⁶

تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ سنسکرت ویدیس سے آئی اور ہندوستان میں مذہب اور ادب نمائندگی میں پیش پیش رہی۔ رفتہ رفتہ اس کا ادبی مقام اور بلند ہوتا گیا۔ بعد میں یہ زبان آریوں اور مقامی بولیوں سے مختلف اور تغیر پذیر ہوتی چلی گئی۔ سنسکرت صرف خواص اور محالات تک محدود رہی۔ ویدیں، اپنڈشیں، سمرتیاں، رامائن اور مہابھارت اسی زبان میں لکھی جانے لگی۔ رعایا کی زبان سے مختلف ہونے کی وجہ سے عوام میں مقبول نہ ہو سکی۔ دونوں طبقوں کی زبانوں میں فرق بڑھتا گیا۔ اس دوران جب انقلاب کی آمد تھی تو سورج بنسی چھتر یوں کے ہاں گوتم بدھ نے جنم لیا۔ مہاتما گوتم بدھ نے اونچ شیخ اور ذات پات کے نظام کی نفی کی۔ انہوں نے عوام کی زبان کو تبلیغ کے لیے چنا تاکہ ان کی بات عام آدمی تک آسانی سے پہنچ سکے۔ اس کے پیروکاروں نے پراکرت کی ادبی شاخ پالی کو مذہبی زبان منتخب کیا اور یوں بدھ مت کے ساتھ پالی نے بھی عروج پایا۔ 733 ق م میں یونانیوں نے برصغیر پر حملہ کیا۔ سکندر سندھ میں اردو لے کر آیا۔ پالی کے بعد یونان کی بھاشا حکمرانوں کی زبان بنی۔ یونانیوں نے یہاں دربار، سرکاری اور دیگر کاموں کے لیے یونانی اور مقامی بولی دونوں کو برتنا جاری رکھا۔ اس عہد کے سنے اس امر کی تصدیق کرتے ہیں جن کے ایک طرف یونانی اور دوسری جانب مقامی زبان کا رسم الخط ہے۔ 89 ق م بدھ مت کو زوال آیا اور ہندو دھرم پھر سے غالب آنے لگا۔ سنسکرت نے بھی دوبارہ انگڑائی تولی لیکن پراکرتوں کے آگے عروج نہ پاسکی۔ تاتاریوں، ترکوں اور چنگیز و تیمور کی فوجیں فارسی اور ترکی زبانیں یہاں لے آئیں۔

مسلمانوں کے آنے سے قبل بہت سے جنگجو قومیں فتح کے جھنڈے گاڑ کر پساہی اختیار کر چکی تھیں۔ بدھ مذہب بھی ختم ہو چکا تھا۔ پراکرت کسی نہ کسی شکل میں ابھی تک سفر کر رہی تھی۔ 600 ق م کے قریب پراکرت کی ادبی شاخ اور عوام کی بولیوں میں دوری پیدا ہوتی چلی گئی۔ اس زمانے میں عوام کی مقبول بولی کو ”اپ بھرنش“ کا نام دیا گیا۔ ”اپ بھرنش“ کے معنی بگڑی ہوئی زبان ہے۔ آغاز میں اپ بھرنش نے بہت عروج پایا لیکن بعد میں راجپوتوں کے ساتھ ہی زوال پذیر ہوئی۔ اس کے وجود سے پنجابی، گجراتی، راجستھانی، بنگالی، مرہٹی، اڑیا، بہاری، مشرقی ہندی اور مغربی ہندی نے جنم لیا۔ مغربی ہندی کی ایک شاخ کھڑی بولی کہلائی جو دہلی اور قرب وجوار میں بولی جاتی تھی۔ آغاز میں ماہرین لسانیات نے ہریانوی کو کھڑی بولی سے الگ تصور کیا اور بعض ماہرین نے اس کا علاقہ جمناسے لے کر قدیم درشاہ اتی تک بتایا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مغربی ہندی سے ایک زبان کیلک اور پھر ہریانوی کہلائی گئی۔

کھڑی بولی کی ابتداء کے بارے میں بہت سے شواہد ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کھڑی بولی ہندی اور اردو دونوں سے قدیم ہے۔ اس نے اس خطے میں اپنے وجود سے کئی زبانوں کی آبیاری کی۔ ماہرین کا کہنا ہے ہندی اور اردو دونوں کا مشترک کھڑی بولی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

”دراصل اردو اور ہندی ایک ہی زبان کے دو روپ ہیں جسے ماہرین علم زبان نے کھڑی بولی کا نام دیا ہے۔“⁷

زبان یا بولی بہت پہلے سے تشکیل پاتی ہے اور اس کا نام بعد میں رکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر پالی قبل از مسیح کی زبان ہے لیکن اس کا نام پالی انیسویں صدی میں رکھا گیا۔ اسی طرح کھڑی بولی کا نام بہت بعد میں تجویز ہوا اور یہ بہت پہلے سے موجود تھی۔ کھڑی بولی کے ادبی نمونے ظاہر کرتے ہیں کہ اس کا آغاز نثر سے ہوا جبکہ دنیا کی بہت سی زبانوں کی ابتداء شاعری سے ہوئی ہے۔ نثر کبھی بھی بغیر زبان دانی کے اصولوں

کے نہیں لکھی جاسکتی۔ لہذا تحقیق بتاتی ہے کہ کھڑی بولی آغاز سے ہی زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کا ابتدائی نثری ادب اس کا ثبوت ہے۔ کھڑی بولی کی شاعری میں بھی بہت سے نثری فقرے اور جملے بھی اس کی زبان ہونے کی دلیل ہیں۔ بہت سے ماہرین لسانیات نے اس زبان کو مرکزی اور ہندوستان بھر کی زبان کہا ہے کیوں کہ یہ دور دور تک بولی جاتی تھی۔

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

”بہر حال کھڑی بولی کی منظومات میں بھی نثری فقرے یا جملے بکھرے ہوئے مل جاتے ہیں۔ کھڑی بولی ہندی میں نشر کے ایسے متفرقات بہت پرانے دور سے ملنے لگتے ہیں۔“⁸

اپ بھرنش کے قدیم نمونوں میں بھی کھڑی بولی کی حیثیت اتنی واضح دکھائی دیتی ہے کہ باقی بولیاں اس کے نیچے دبی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور اپ بھرنش کھڑی بولی کا حوالہ نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر سدھ شعراء کا کلام جو اصل میں اپ بھرنش میں ہے لیکن بعد کے ہندی مؤرخین نے اسے کھڑی بولی کا صاف شکل قرار دیا ہے۔ حقائق کھڑی بولی کی تاریخ بہت قدیم ہونے کے شاہد ہیں۔ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ زبان اپ بھرنش میں بھی اپنی الگ اور واضح پوزیشن رکھتی تھی۔ لہذا یہ امر اپنی جگہ مسلم اور مصدقہ ہے کہ کھڑی بولی جو کہ اصل میں ہریانوی ہے۔ تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ کھڑی بولی کانٹری آغاز سے آغاز سے زبان ثابت کرتا ہے۔ جن لوگوں نے اسے بولی کہا ان کے نظریات پر ڈاکٹر گیان چند نے سوالیہ نشان کھڑا کر دیا تھا۔ کھڑی بولی کے حوالے سے ہندی ساہتیہ کوش میں ڈاکٹر دھرمندرور لکھتے ہیں:

”علم زبان کے نقطہ نظر سے کھڑی بولی شبد کا استعمال دئی، میرٹھ کے قریب واقع دیہاتی برادری کی دیہاتی بولی کے لیے ہوتا ہے۔ اسے گریرسن نے ورنایکولر ہندوستانی کا نام دیا ہے۔“⁹

ڈاکٹر سنتی کمار چیٹرجی نے جن پدیہ (علاقائی) ہندوستانی کہا ہے:

”لسانیاتی نقطہ نظر سے کھڑی بولی ہی سٹیڈرڈ ہندی، ہندوستانی نیز اردو کی بنیادی بولی ہے۔ ادبی سیاق میں کبھی کبھی اودھی، برج وغیرہ بولیوں کے ادب سے لگاؤ کرنے کے لیے جدید ہندی ادب کو کھڑی بولی ادب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس معنی میں کھڑی بولی شبد اسٹیڈرڈ ہندی کا مترادف کہا جاسکتا ہے۔ کھڑی بولی لفظ کا یہ عام مفہوم ہے۔“¹⁰

کھڑی بولی جس طرح شبد سے ہی ظاہر ہے کہ اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہے اور یہ کئی بولیوں کی ماں میں کہلاتی ہے۔ یہ لسانی لحاظ سے ”ا“ کو ترجیح دینے والی زبان ہے اس لیے کھڑی بولی کہلاتی ہے۔ اگرچہ یہ دیس کے مختلف حصوں میں بولی جاتی تھی لیکن اس کا اصل خطہ ہریانہ ہی تھا۔ کچھ ماہرین کھڑی بولی کا تعلق زبردستی برج سے جوڑتے ہیں جو درست نہیں ہے۔ برج (او) کو ترجیح دینے والی زبان ہے اور کھڑی بولی ”ا“ کو ترجیح دینے والی زبان ہے۔ اس حد تک تو کہا جاسکتا ہے ایک زبان اپنے ساتھ والی زبان کے ذخیرہ الفاظ سے کچھ الفاظ اپنے استعمال میں لے آتی ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کھڑی بولی میں برج کے کچھ الفاظ آگئے ہوں اور اسی طرح برج میں کھڑی بولی کے الفاظ شامل ہو گئے ہوں۔ لسانی لحاظ سے دونوں زبانوں میں شراکت غیر یقینی ہے۔ ماہرین لسانیات نے مغربی ہندی کی پانچ زبانوں میں سے کھڑی بولی اور ہریانوی کے تعلق کو قریبی بتایا ہے۔ اس بولی کا کھڑی بولی نام انیسویں صدی میں دیا گیا۔ اس ضمن میں گل کرسٹ، لولال اور سہدل متر کے نام لیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کھڑی کے معنی ”کھڑ دیس“ کی بولی مراد لیتے ہیں اور یہ ”کھڑ دیس“ ہریانہ کا علاقہ ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے کھڑی بولی کے برج بھاشا کے کسی بھی تعلق کو ماننے سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں دونوں زبانوں میں اختلاف ہی اختلاف ہیں اور شراکت کی کوئی گنجائش نہیں۔ راہل سان کرتاؤن نے کھڑی بولی کو کوروی اپ بھرنش سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری ”اردو زبان کا ارتقاء“ میں

لکھتے ہیں۔ جدید ماہرین لسانیات عام طور پر یہ مان کر چلتے ہیں کہ مغربی ہندی اپ بھرنش سے پیدا ہوئی۔ اہل اردو نے سب سے پہلے ڈاکٹر شوکت سبزواری یہ خیال ظاہر کیا کہ:

”شورسینی اپ بھرنش سے کھڑی بولی پیدا نہیں ہوئی، برج ہوئی ہے۔ برج کو کھڑی بولی کی ماں کہا جاسکتا ہے نہ بہن۔“¹¹

ماہرین نے مغربی ہندی پر بھی اعتراض اٹھادیئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہریانوی اور کھڑی بولی ایک شاخ سے نکلی ہیں اور قنوجی برج اور بندیلی دوسری شاخ سے لیکن اس طرح سے گرین اور چیچر جی کے اصول لسانیات کی خلاف ورزی ہوگی جو ممکن نہیں لیکن پھر بھی اس سے ایک بات صادق آتی کہ ہریانوی اور کھڑی بولی آپس میں کا بہت گہرا تعلق ہے۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

”آٹھویں صدی عیسوی کی ایک کتاب ”کولہ مالا“ میں مدھیہ پردیش کی بھاشا میں تیرے، میرے لفظ ملتے ہیں جو نکلی اپ بھرنش کے ہو سکتے ہیں۔“¹²

ان لسانی تناظرات کی روشنی میں ڈاکٹر ماتا بدل جیوال کا دعویٰ ہے کہ کھڑی بولی، نکلی اپ بھرنش سے نکلی ہے لیکن یہ نظریہ صرف چند الفاظ پر مشتمل تھا اس لیے آگے نہ چل سکا۔ بولیوں کے جغرافیائی قاعدے کا اصول ہے کہ ایک زبان کے کچھ خصائص پڑوس کی زبان یا بولی میں پائے جاتے ہیں تو کھڑی بولی یا ہریانوی کے پڑوس میں پنجابی کا علاقہ ہے اور دونوں زبانیں قریبی اثر رکھتی ہیں۔ کھڑی بولی کی تاریخ پر جس حوالے سے بھی احاطہ کریں تو ایک پہلو نمایاں ہے کہ ہریانوی اور کھڑی بولی ایک ہی بھاشا کے دو نام ہیں۔ مضبوط دلائل نہ ہونے کی وجہ سے مختلف ادوار میں اعتراضات اٹھتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان بھی کھڑی بولی کی پیدائش شورسینی اپ بھرنش سے مانتے ہیں۔ انہوں نے زبان کی جو تقسیم کی ہے اس میں کھڑی بولی کو اسی شاخ سے منسوب کیا ہے۔ البیرونی (1025ء) میں جب اس خطے میں مقیم ہوا تو اس نے مشاہدہ کیا کہ عوام کی زبان اور ادب کی زبان سخت پن سے آزاد ہو رہی ہے۔ لہذا عوام کی زبان کو سنسکرت جاننے والے آریوں کی زبان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستانی زبانوں کی پیدائش اپ بھرنشوں سے ہوئی۔ لہذا یہ بات تو واضح ہے کہ کھڑی بولی پر اکرت یعنی مقامی بولی اپنا اثر رکھتی ہے۔ کھڑی بولی ہندوستان کی مٹی میں گندھی ہوئی زبان ہے۔ سنسکرت چونکہ خواص اور مقتدر طبقے کی زبان تھی اس لیے اس کے کھڑی بولی پر ذیلی اثرات تو ہو سکتے ہیں جو پڑوسی زبانوں کے دوسری زبانوں پر ہوتے ہیں لیکن کھڑی بولی کا اصل ہند کی زبان پر اکرت کی شورسینی اپ بھرنش ہی کو کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان کے اس نظریے نے تحقیق کارخ ایک اور جانب موڑ دیا۔ ماہرین لسانیات نے ہریانوی اور اردو کے تانوں بانوں کو اکٹھا کیا اور حقائق کھوجنے کی کوشش کی جس کے نتائج ثابت کرتے ہیں کہ ہریانوی اور کھڑی بولی ایک ہیں۔ دونوں زبان کا لہجہ کھڑا ہے۔ دونوں زبانیں ”ا“ کو ترجیح دینے والی ہیں۔ شورسینی اپ بھرنش کا آخری دور مغربی ہند کی بولیوں کی وضاحت کرتا ہے۔ اس دور میں شورسینی اپ بھرنش نے دو گروہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ایک وہ گروہ تھا جس نے ”ا“ کو ترجیح دینا شروع کر دی۔ اس سے ہریانوی یا کھڑی بولی نے جنم لیا۔ گرین نے مغربی ہندی کی پہلی دو شاخیں اس گروہ سے اخذ کی ہیں۔ شورسینی کی دوسری شکل ”او“ کو ترجیح دینے لگ گئی تھیں۔ اس گروہ میں گرین نے مغربی ہندی کی باقی تین بولیاں برج، قنوجی اور بندیلی کو شامل کیا۔

کھڑی بولی:

1000ء کے قریب اپ بھرنش کے اندر جدید زبانوں کی شکل ظاہر ہونا شروع ہوئی۔ اس دور میں سب سے زیادہ ادبی شکل (میتھرا) شورسینی دیس کی اس بھرنش نے اختیار کی جو کہ شورسینی اپ بھرنش کہلاتی ہے۔ اس زبان کی شہرت بنگال تک پہنچ چکی تھی۔ لہذا قدیم بنگالی ادب پر بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ یہ زبان 1000ء تک ایک مستقل زبان کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ چونکہ یہ وسیع علاقے کی زبان تھی

لہذا مختلف علاقوں میں اس کے لہجے میں تغیر آیا اور اس سے کئی مزید زبانیں وجود میں آئیں جن میں مغربی ہندی بھی شامل ہے۔ ”مقدمہ تاریخ زبانِ اردو“ میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:

”مغربی ہندی کی وہ بولی جو مغربی روہیل کھنڈ، دوآبہ کے شمالی حصے اور پنجاب کے ضلع انبالہ میں بولی جاتی ہے گرہین

نے اسے کھڑی بولی (ہندوستانی) کا نام دیا۔“¹³

ڈاکٹر گیان چند کھڑی بولی کا کئی شکلوں میں مطالعہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کھڑی بولی بہت وسیع خطہ ارض کی زبان ہے اگرچہ اس کا اصل ہریانہ اور انبالہ ڈویژن ہے لیکن اس کے بولنے والے کثرت سے پورے دیس میں پائے جاتے ہیں۔ اتر پردیس سے لے کر مشرقی پنجاب تک اس زبان کا علاقہ تو خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ محققین کے مختلف گروہ نے کھڑی بولی کی جو بھی حدود بندی کی ہو اس میں ہریانہ کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ”لسانی رشتے“ میں ڈاکٹر گیان چند بولوں لکھتے ہیں:

”کھڑی بولی (علاقائی ہندوستانی) مغربی اتر پردیش اور مشرقی پنجاب (اتر پردیش کے روہیل کھنڈ، میرٹھ ڈویژن اور ضلع

انبالہ و مشرقی پنجاب) کے علاقے کی علاقائی بولی ہے۔“¹⁴

ڈاکٹر اشرف کمال کسی حد تک اس سے الگ رائے رکھتے ہیں۔ وہ دہلی کو بھی ہریانوی کے علاقے میں شامل کرتے ہیں اور دہلی کے اطراف میں بہت سا ہریانہ کا علاقہ شامل ہے اس کو بھی کھڑی بولی کا خطہ شمار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف کمال (لسانیات، زبان اور رسم الخط) میں کھڑی بولی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”مغربی بولی ہندی کی ایک شاخ کو کھڑی بولی بھی کہا جاتا ہے جو کہ دہلی اور دہلی کے قرب و جوار میں بولی جاتی ہے۔“¹⁵

مرزا خلیل احمد نے سنسکرت کو تین شاخوں میں تقسیم کیا ہے اور درمیانی شاخ مدھیہ پردیش کا علاقہ اویچھ اور پراچیہ کے درمیان کا علاقہ بتاتے ہیں۔ اسی علاقے سے شورسینی اپ بھرنش بنی۔ اس سے مغربی ہندی کی بولیاں قائم ہوئیں اور کھڑی بولی ان میں سے ایک شاخ ہے۔ مرزا خلیل احمد بیگ ”اردو زبان کی تاریخ“ میں لکھتے ہیں:

”قدیم آریائی عہد میں علاقائی سطح پر شمال مغرب تا مشرق سنسکرت کی تین شکلیں راج تھیں، جنہیں اویچھ، پراچیہ

اور مدھیہ دیشہ کہتے ہیں۔ اویچھ شمال مغربی خطے کی بولی تھی، پراچیہ کا چلن مشرق میں تھا اور مدھیہ دیشہ، اویچھ اور پراچیہ

کے درمیانی علاقے میں بولی جاتی تھی۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں بعد کے دور میں شورسینی پر اکرت پروان چڑھی۔ جس

سے شورسینی اپ بھرنش نکلی اور جس سے پھر مغربی ہندی بولیاں وجود میں آئیں۔ جن میں سے ایک کھڑی بولی، اردو کی

پیدائش کا سبب بنی۔“¹⁶

محققین کے ان نظریات سے جو پہلو سامنے آتے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ کھڑی بولی اس اپ بھرنش سے وجود پائی جس پر برصغیر کی مقامی بولیوں کے اثرات ہیں۔ یہ ضلع انبالہ کے اس حصہ میں بولی جاتی تھی جس میں ہریانہ کے چار اضلاع (روہتک، حصار، جیند اور کرنال) شامل ہیں ان علاقوں پر پوری طرح راج تھی۔ مرزا خلیل احمد بیگ کے مطابق بھی مدھیہ دیشہ یہی علاقہ بنتا ہے۔ مرزا خلیل احمد بیگ، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، گرہین اور ژول بلوک کے مطابق اردو کا جنم اسی زبان سے ہوا۔ ڈاکٹر اشرف کمال تو دہلی کے گرد و نواح کا علاقہ بھی کھڑی بولی کا قرار دیتے ہیں، کھڑی بولی اس لیے بھی اہمیت کی حامل تھی کہ دہلی کے بادشاہ انبالہ، حصار اور کرنال کے لوگ فوج میں بھرتی کرتے تھے، اس علاقے کے لوگ بہادر اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ اس خطے کی زبان کھڑی بولی تھی۔ ڈاکٹر اشرف کمال لکھتے ہیں کہ کھڑی بولی دہلی کی زبان ہونے کی وجہ سے تاجر پیشہ لوگ اور حکومتی کارندوں کے ذریعے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ تمام حوالوں سے ایک بات واضح ہو جاتی

ہے کہ کھڑی بولی کا وہی علاقہ ہے جو ہریانوی کا ہے۔ قیاس یہی کہتا ہے کہ اگر یہ دونوں زبانیں ایک علاقے اور ایک لہجے کی نمائندہ ہیں تو ان میں بہت گہرا تعلق ہونا چاہیے۔ مغربی ہندی نے ان دونوں کو ایک ہی گروپ میں رکھا ہے۔ لہذا تحقیق تقاضا کرتی ہے کہ ان کے اس باہمی تعلق کو کھوج کر حقائق سامنے لائے جائیں اور اردو کے ساتھ ساتھ کھڑی بولی اور ہریانوی کا تعلق بھی پرکھا جائے۔

ہریانوی، بانگڑو یا جاٹو:

دہلی کے شمال مغربی اضلاع کرنال، ریتک اور حصار وغیرہ کی زبان ہریانوی کہلاتی ہے بانگڑو اور جاٹو اس کے لہجے ہیں۔ موجودہ ہریانہ میں اس کے دس منفرد لہجے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اور لہجے چھوٹی سطح پر بولے جاتے ہیں جیسے اوڈھ برادری (خانہ بدوشوں) کا لہجہ۔ ہریانوی زبان کا یہ نام مسلمانوں کے عہد سے پہلے کا ہے۔ یہ زبان دہلی میں بھی موجود تھی۔ دہلی کے بازاروں میں بہت پہلے سے تھی اور جاٹو کے نام سے مشہور تھی۔ دہلی کے آس پاس جاٹ برادری زیادہ آباد تھی اور اسی نسبت سے یہ زبان جاٹو کہلائی۔ گریسن اسے کھڑی بولی ہی کی ایک قسم مانتا ہے۔ امیر خسرو نے اپنی مثنوی ”نہ سپہر“ میں زبان دہلی پیرامنش“ کے نام سے ہریانوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ خسرو نے اپنے آپ کو ہندی شاعر تسلیم کیا ہے لیکن اس نے اپنے ہندی کلام کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ ان سے منسوب ریختوں، پہیلیوں اور کہہ مکرنیوں کی ”مخطوطوں“ کی شکل میں شہادت نہیں ملتی لیکن ان کہہ مکرنیوں اور پہیلیوں میں ہریانوی کا عنصر نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً حقے کے حوالے سے ایک پہیلی حاضر ہے:

گاگر تیری جل بھری، سریر لاگی آگ

باجن لاگی بانسری، نکسن لاگی آگ

شمالی ہند میں حقہ عہد اکبری میں رواج پایا۔ ہریانہ کے لوگ حقہ کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ دہلی میں جاٹو عام تھی لہذا خسرو کے لہجے میں بھی ہریانی کا اثر جاٹو کی صورت میں پہنچا۔ یہ اثر اوردی گئی پہیلی میں نظر آتا ہے۔ اس میں گاگر، سریر، لاگی اور نکسن جیسے خالص ہریانوی الفاظ ہیں۔ ہریانوی دہلی کے چاروں جانب دور دور تک راجاڑے خاندانوں کی زبان تھی۔ لہذا آغاز سے ہی ہریانوی کا دلی اور اس کی زبان پر اثر رہا ہے۔ سب سے مستند لہجہ بانگڑوں کا ہے۔ یہ لہجہ روہتک، پانی پت، جیند، حصار، بھوانی اور ہنسی کے وہ علاقے جو ہریانہ کے وسط میں ہیں اور دوسری زبانوں کا اثر نہیں رکھتے ان میں بولا جاتا ہے۔ بانگڑو، جاٹو، آہیر واٹی، باگڑی، دیسوالی، کوروی، نردکی، پودھی، کھادری اور روہتکی ہریانوی کے لہجے ہیں۔ اوڈھ ہریانہ کے راجپوت تھے جو پرانے وقت سے آزاد خیال تھے اور ایک جگہ رہائش بنا کر رہنے کے عادی نہیں تھے۔ یہ پورے دیس میں گھومتے تھے اور ان کی زبان مختلف کا اثر رکھتی تھی اس لیے اس لہجے کو ہریانوی کے خالص لہجوں میں شمار نہیں کیا جاتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی ہریانہ میں تاریخ بہت پرانی ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خان لکھتے ہیں:

”قدیم اردو کی تشکیل براہ راست ہریانوی کے زیر اثر ہوئی۔“¹⁷

اس حوالے سے ہریانوی زبانوں و ادب کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے جہاں ڈاکٹر مسعود خاں اردو کی تشکیل ہریانوی سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کچھ ماہرین کے نزدیک آغاز میں ہریانہ دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہریانہ بانگر اور ہریانہ کھادری۔ بانگر میں بانگڑی زبان بولی جاتی تھی جسے گریسن نے بانگڑو کہا ہے۔ دوسرے خطے میں زیادہ تر جاٹ برادری آباد تھی اس کی زبان جاٹو کہلاتی تھی۔ آج کل جاٹو کے علاوہ ایک اور لہجہ بھی بولا جاتا ہے جسے کھادری لہجہ کہتے ہیں۔ ہریانوی زبان کی ایک ضرب المثل ہے:

”توس توس پے پانی بدلے، تین توس پے بانی“

ہریانہ وسیع و عریض علاقے پر پھیلا ہوا تھا اس وجہ سے ہر علاقے کا اپنا لہجہ ہوتا تھا۔ ہریانوی کی رسائی رفتہ رفتہ پورے ملک تک ہو گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ دور دراز اور تقریباً تمام ملک سے دلی آتے تھے اور دلی کے بازاروں میں جاٹو کاراج تھا۔ لہذا ان کے لہجے میں جاٹو کسی نہ کسی حد تک شامل ہو جاتی تھی اور دیس کی دوسری زبانوں کا حصہ بنتی گئی۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں کہتے ہیں کہ اردو کا آغاز کھڑی بولی سے ہوا ہے۔ کھڑی بولی گیارہویں اور بارہویں صدی میں اپ بھرنش سے اُبھری جو دلی، مراد آباد اور میرٹھ وغیرہ کے علاقے میں بولی جاتی ہے۔ یہاں دلی سے مراد دلی اور نواح دلی ہے۔ اس میں ہریانہ کا علاقہ بھی شامل ہے کیونکہ اس زمانے میں ہریانوی دلی کے بازاروں میں موجود تھی۔ ہریانوی سانگ میں راگنی کی روایت 1208ء سے بتائی جاتی ہے اور بہاری مل جاٹ کو ہریانوی کا پہلا راگنی گو کوی سمجھا جاتا ہے۔ آگے چل کر ڈاکٹر مسعود حسین مزید لکھتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں معلوم اس زبان کا نام کیا تھا لیکن دلی کے ساتھ اس زبان کا بہت گہرا تعلق تھا اور یہ لہجہ کے اعتبار سے ”ا“ کو ترجیح دینے والی زبان ہے جو اسے مغربی ہندی کی پہلی دو بولیوں میں شامل کرتا ہے۔ اس زبان کا اثر صرف شمالی ہند کے ادب پر ہی نہیں بلکہ جنوبی ہند کے ابتدائی نثری و شعری ادب پر بھی ہے۔ مثال کے طور پر ”معراج العاشقین“، ”کلمۃ الحقائق“ اور ”سب رس“ جیسی نثری کتب کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ہریانوی ان کتب پر بنیادی اثر رکھتی ہے۔ اسی طرح دکنی ادب کی ابتدائی شاعری میں بھی ہریانوی نمایاں نظر آتی ہے۔ افضل پانی پتی کی ”بکٹ کہانی“ کے یہ اشعار دیکھیے:

اکیلی دیکھ نس کاری ڈراوے

تمامی رین دن برہا ستاوے

اری جب کوک کوئل نے سنائی

تمامی تن بدن میں آگ لائی

یہاں اردو پر جو اثرات نظر آتے ہیں وہ ہریانوی کے ہیں۔ ڈراوے، ستاوے، برہا اور لائی (لگائی) ہریانوی کے الفاظ ہیں

جو ظاہر کرتے ہیں کہ اردو پر کثرت ہریانوی کی تھی جو اردو کو بنیاد فراہم کر رہی تھی۔ ”وے“ کا صیغہ صرف ہریانوی میں برتا جاتا ہے۔

مثلاً کھاوے گا، پیوے گا، دھووے گا، سووے سے وغیرہ۔

کلیجہ کاڑھ کر تجھ کو دکھاؤں

ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤں

ارے یہ کاگ پانی تک مانے

مرم دل درد مندوں کا نہ جانے

کاڑھ ہریانوی کا شبد ہے کا مطلب نکالنا کے ہیں۔ میر عبد الواسع ہنسوی نے ”غرائب اللغات“ میں کاڑھ لکھا ہے جو ”بکٹ کہانی“ کے زمانے میں کاڑھ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دکنی ادب میں ”ڈ“ تبدیل ہو کر ”ڑ“ میں لکھے جانے کی روایت ملتی ہے۔ اسی طرح ”کاگ“ اور ”مرم“ بھی ہریانوی کے الفاظ ہیں۔ اس کا مطلب ہے ہریانوی اردو میں اپنی انفرادی حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ اردو کی پرورش کرنے میں بھی سرگرم عمل تھی۔ ”بکٹ کہانی“ کی چند مثالیں اس لیے پیش کی گئی ہیں ہریانوی ادب کے قرب و جوار کی زبانوں پر اثرات دیکھے جاسکیں۔ خاص طور پر اردو پر اس کا اثر دیدنی ہے۔ کھڑی بولی ماں کی طرح اردو کی پرورش کرتی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں یہ صرف ایک حوالہ پیش کیا گیا ہے ورنہ بکٹ کہانی پر ہریانوی اثرات کا موضوع الگ سے ایک تحقیقی مقالے کا متقاضی ہے جو افضل پانی پتی کے فن و فکر کا صحیح معنی میں احاطہ کر پائے گا۔ دیگر زبانوں کی طرح ہریانوی پر بھی سرحدی علاقوں کی بولیوں کا اثر ہوا۔ انبالہ کے ساتھ کے علاقوں پر اردو اور پنجابی کا اثر ہے۔ اسی طرح ضلع میوات، نونہ

اور گوڑ گاؤں کے علاقے برج کے ساتھ ہیں۔ ہریانہ کا یہ علاقہ جو راجستھان اور ہریانہ کو ملاتا ہے یہاں کے ہریانوی لہجہ پر الور ریاست کی زبان کے کچھ اثرات ہیں۔ ریاست الور کی زبان میواتی ہے اور اس زبان پر برج بھاشا کے اثرات پائے جاتے ہیں لیکن یہ ہریانوی کا ٹکسالی لہجہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر گیان چند نے ہنسی (شہر) کی ہریانوی کو معیاری اور ٹکسالی قرار دیا ہے۔ دیگر ماہرین لسانیات بانگر ویبا نگڑ و لہجہ کو ہی ٹکسالی کہتے ہیں تو اس لحاظ سے ہریانوی پر برج کا اثر کہنا صادق ثابت نہیں ہوتا البتہ ہریانہ کے راجستھان کے ساتھ والے علاقوں پر دونوں زبانوں نے ایک دوسرے کو متاثر کیا ہے جو ایک فطری عمل ہے۔

ہریانہ میں روہتک میں شیخ برادری موجود تھی، یہ مویشیوں کا بیوپار کرتے تھے۔ ان کی زبان کا اپنا ایک لہجہ تھا۔ پاکستان میں ان کی بڑی تعداد ہنوکا چھب (ملتان) میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ سرانے سدو، ضلع لودھراں میں ڈانوراں، راجہ پورا اور گوگڑاں میں کافی تعداد میں آباد ہیں۔ گوگڑاں میں ان کی نمائندگی منشی عبدالرحمن کا خاندان کر رہا ہے۔ اس خاندان سے پہلے شیخ سلطان احمد (پسر منشی عبدالرحمن) نے کی، اس کے بعد حاجی شفاعت احمد (پسر شیخ سلطان احمد) اس قبیلے کے سربراہ بنے، آج کل شیخ محمد عمران (پسر حاجی شفاعت احمد) اس برادری کے بڑے ہیں۔ اس قبیلے کا تعلق (مدینہ) گاؤں ضلع روہتک سے ہے۔

ڈانوراں اور راجہ پور میں (توسام) ضلع حصار کے زیادہ لوگ آباد ہیں۔ لودھراں شہر میں بھی (توسام) گاؤں کے لوگ آباد ہیں۔ اس لہجہ کا تذکرہ اس لیے یہاں زیادہ کیا گیا ہے کہ روہتکی سے مراد عام طور پر ضلع روہتک کی زبان تصور کیا جاتا ہے، ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک خاص لہجے کا نام ہے اور تقریباً پورے ہریانہ میں بولا جاتا تھا۔ باقی لہجوں کے حوالے سے ایک الگ سے مضمون میں بحث کی جائے گی۔

ہریانوی اور کھڑی بولی میں اشتراک:

جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ کھڑی بولی اور ہریانوی ایک ہی زبان کے دو نام ہیں۔ یہ زبان کھڑی اپنے کھڑے لہجے اور ہریانوی صوبہ ہریانہ کی زبان ہونے کی وجہ سے کہلاتی ہے۔ دونوں زبان کا لہجہ بھی بنیادی طور پر ایک ہیں اور پورے ہریانہ میں ایک لہجہ کے ساتھ بولی جاتی ہیں۔

رام بلاس شرما اس حوالے سے ڈاکٹر مسعود حسین خاں لکھتے ہیں:

”کھڑی بولی شمال مغربی علاقے کی عوامی زبان کوئی علاحدہ سے حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ہریانوی کا ایک روپ ہے۔“¹⁸

ہریانوی اور کھڑی بولی کے ایک ہونے کے بہت سے شواہد ملتے ہیں۔ ”س“ سے پہلا ثبوت تو یہی ہے کہ ان دونوں زبانوں کو مغربی ہندی کے ایک گروپ میں رکھا گیا ہے اور شراکت کے امکان ظاہر کیے گئے ہیں۔ گرین نے بھی دوسری زبانوں کو رد کرتے ہوئے صرف ہریانوی کو اردو پیدائش کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

ہریانوی اور کھڑی بولی دونوں کے مشترک علاقے کے بارے میں ڈاکٹر گیان چند اس طرح لکھتے ہیں:

”لسانیات میں ہندوستانی کو کھڑی بولی بھی کہتے ہیں۔ یہ مغربی یو۔ پی کے علاوہ کسی اور علاقے کی عوامی بولی نہیں لیکن

پورے ہریانہ، ڈلی، یو۔ پی، بہار، مدھیہ پردیش اور راجستھان نے اسے اپنی سرکاری، علمی اور مجلسی زبان کے طور پر اپنا لیا

ہے۔“¹⁹

ماہرین لسانیات نے کھڑی بولی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کی تاریخ کو پوری طرح کھوجا ہے اور حقائق ہریانوی سے مشابہہ ملے ہیں۔

کیوں کہ ماہرین کا خیال ہے کہ اس کا نام بدلتا رہا ہے کبھی ہندوستانی، کبھی پکی بولی تو کبھی سچی بولی۔ ڈاکٹر گیان چند اس طرح لکھتے ہیں:

”اردو کا آغاز کھڑی بولی کا آغاز ہے۔ کھڑی بولی گیارہویں، بارہویں صدی میں اس اپ بھرنش سے اُبھری جو دہلی، میرٹھ اور مراد آباد کے علاقے میں بولی جاتی تھی۔ نہیں کہہ سکتے اس کا نام کیا تھا۔“²⁰

کئی لوگ اس نظریے کے قائل ہیں کہ اردو ادب کا آغاز دکن سے ہوا ہے تو اس نظریے پر بھی کھڑی بولی کے اثرات نمایاں ہیں۔ راقم الحروف کے پی ایچ ڈی کے مقالے میں اس پر کھل کر بحث کی گئی ہے۔ کھڑی بولی کا ہریانوی حروفِ تہجی سے گہرا تعلق ہے اور دونوں زبانیں ان حروف کو کھڑے لہجے میں استعمال کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر امبا پر شاد سمن لکھتے ہیں:

”کھڑی بولی کی طرح بانگڑو میں بھی ”ن“، ”ل“ اور ”د“ کی نمایاں حیثیت ملتی ہے۔“²¹

یہاں بانگڑو سے مراد ہریانوی ہے۔ یہ زبان کھڑی بولی کی لہجے کی نمائندگی کر رہی ہے۔ اوپر دیے گئے تینوں حروفِ تہجی ہریانوی میں مختلف تلفظ رکھتے ہیں۔ مثلاً ”ل“، ”ل“ اور ”ڑ“ کے ساتھ ادا ہوتا ہے جیسے بال کی بجائے (بالڑ) ادا کیا جاتا ہے۔ ”ن“ کی جگہ ”ن“ اور ”ڑ“ لکھا جاتا ہے جیسے (لانڑ) یہ طریقہ ہریانوی اور کھڑی بولی دونوں میں رائج ہے۔ رام بلاس شرمانے انہی حقائق کا مطالعہ کر کے ہریانوی اور کھڑی کو ایک دوسرے کا روپ کہا ہے کیوں کہ ان دونوں زبانوں میں بہت سے لسانی اشتراک پائے جاتے ہیں اور اس زبان کا ابتدائی اردو پر بھی گہرا اثر ہے۔ ژول بلوک نے دہلی کی دوسری زبانوں پر ہریانوی کو ترجیح دیتا ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان ژول بلوک کا حوالہ یوں دیتے ہیں:

”ژول بلوک نے نواحِ دہلی کی دوسری بولیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ہریانوی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔“²²

ژول بلوک کا یہ نظریہ ہریانوی کی دہلی اور نواحِ دہلی میں اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس نے دہلی شہر کو کھڑی، ہریانوی اور راجستھانی زبان کے سنگم پر واقع قرار دیا ہے لیکن زور صرف ہریانوی پر دیا ہے۔ اصل میں ہریانوی آغاز سے کئی لہجوں میں بولی جاتی ہے۔ اس لیے لوگ ان کو مختلف زبانیں سمجھ لیتے ہیں۔ دہلی اور نواحِ دہلی میں بانگڑو اور جاٹو دونوں لہجے اپنا مضبوط اور گہرا اثر رکھتے ہیں۔ قوی امکان ہے ماہرین نے ایک لہجے کو ہریانوی اور دوسرے کو کھڑی بولی سمجھ لیا ہو کیوں کہ ان میں سے کوئی بھی اس خطے کی زبان بولنے والا نہیں تھا اور پوری طرح اس زبان کو سمجھنا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ جتنا وہ لوگ سمجھ سکے بیان کر دیا۔ پروفیسر شیرانی نے بھی ہریانوی اور کھڑی بولی کے فرق کو سمجھنے کی طرف پوری توجہ نہ دی۔ اس نے اسے اردو کا پرانا روپ اور ایک بولی کہہ کر آگے بڑھنا مناسب سمجھا۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر سہیل بخاری، ڈاکٹر گیان چند اور مرزا خلیل بیگ جیسے لوگ جو اس خطے کے تھے۔ ان لوگوں نے حقائق کو پرکھا تو بہت سے نئے پہلو سامنے آئے۔ انہوں نے ہریانوی کے خطے اور لہجوں کو سمجھنا شروع کیا تو کھڑی بولی اور ہریانوی کا فاصلہ کم ہونا شروع ہوا اور اس کے اردو پر اثرات بھی سامنے آنا شروع ہوئے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں ”لسانی جائزہ ہند“ پر خصوصی نظر رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”گریسن موجودہ ہریانوی کو کھڑی بولی (ہندوستانی) کی ہی ایک شکل مانتا ہے۔ دراصل گریسن کے پیش نظر شمالی ہند کی

اردو کے نمونے نہ تھے۔ اس لیے وہ ہریانوی کی قدامت کے متعلق صحیح نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔“²³

گریسن ہریانوی اور کھڑی بولی کو قریب قریب لاکھڑا کرتا ہے جو اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ وہ انگریز تھا اور ساری جستجو کے بعد بھی وہ اس کے لہجوں کو نہ سمجھ سکا اور اس نے جو بنیاد بنا کر ہریانوی اور کھڑی بولی کو الگ کیا ہے۔ وہ اصل میں ہریانوی کے دو لہجے (بانگڑو اور جاٹو) ہیں۔ اس طرح تحقیق یہ ظاہر کرتی ہے کہ دو مختلف زبانوں کے دو لہجوں کا اتنا قریب ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ان زبانوں کا بہت قریب کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

”گریسن نے کھڑی بولی کے دوسرے روپ اردو کا بھی ذکر کیا ہے۔ اردو نے خود کو شروع سے آج تک محض کھڑی بولی کے ساتھ وابستہ رکھا لیکن اس میں بھی کسی حد تک بولیوں کا اختلاف ملتا ہے۔ اس میں کھڑی بولی کے ساتھ ساتھ ہریانوی اور دکنی بولیاں بھی ہیں لیکن ان بولیوں کا بنیادی ڈھانچہ کھڑی بولی سے مختلف نہیں۔“²⁴

گریسن کے اس حوالے نے خاصی حد تک کھڑی بولی اور ہریانوی کے ایک ہونے کی بحث کو بھی مکمل کر دیا ہے اور دکنی پر ہریانوی کے اثر کا معاملہ بھی حل کر دیا ہے۔ ہریانوی زبان اور کھڑی بولی کا ڈھانچہ ایک قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں زبان ایک ہی ہیں اور اس کے لہجوں کے اختلاف کی وجہ سے دو زبان سمجھا گیا۔ کسی حد تک اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہریانوی شمالی ہند سے اردو کے ساتھ جنوبی ہند پہنچی اور ابتدائی دکنی ادب پر اثر بھی رکھتی ہے لیکن یہ ایک مکمل اور الگ زبان ہے۔ لسانی لحاظ سے یہ ایک الگ زبان و ادب کے طور پر حوالہ رکھتی ہے۔ ہریانوی کے بہت سے لسانی اصول اردو پر لاگو ہوتے ہیں لیکن اردو کا کوئی اصول ہریانوی پر لاگو نہیں ہوتا۔ ہریانوی زبان تقریباً دس کروڑ لوگوں کی زبان ہے اور ان ماہرین لسانیات کے نظریے کی نفی کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہریانوی اردو کا پرانا روپ ہے۔

تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ ہریانوی ایک قدیم اور پرانی زبان ہے۔ اس زبان کے پاس اپنا انتہائی معیاری ادب بھی ہے اور ثقافت کا عظیم خزانہ بھی۔ اس زبان میں راگنی (کویتا) جیسی اپنی شعری صنف بھی ہے اور سانگ اور ساقیا جیسی نثری صنف بھی جو کثیر الجہات بھی ہے اور منفرد بھی۔ اس زبان کو ایک بولی سمجھ کر راندہ درگاہ سمجھنا ایک خام خیالی ہے۔ یہ اب آنے والے وقت کے محققین اور نقادوں کی ذمہ داری کے وقت کی گرد کو صاف کر کے حقائق کو سامنے لائیں اور تحقیق میں نئی راہ متعین کریں۔ ایک محقق کے ذہن میں چند اہم نکات جنم لیتے ہیں جو ہریانوی زبان کے آغاز اردو سے تعلق کے حوالے اہم ہیں:

1. عام تصور یہ ہے کہ ہریانوی آغاز سنسکرت سے ہو جو سراسر غلط ہے۔ سنسکرت خواص اور خاص طور آریائی حاکم طبقے کی زبان تھی جبکہ ہریانوی نے پراکرت (فطری زبان) سے آغاز پایا جس سے بعد میں پالی نکلی اور گوتم بدھ کی زبان بنی جو خواص اور عوام کی تفریق میں نفی کی علامت تھا۔
2. اردو کا برج بھاشا سے کوئی لسانی تعلق نہیں ماسوائے اس کے کہ ان دونوں زبانوں نے ایک دوسرے کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے الفاظ مستعار لیے ہیں۔
3. دلی کے گرد و نواح میں ہونے کی وجہ سے آنے اور جانے والے لوگوں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی یہ زبان ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی اور ملک گیر زبان بن گئی۔
4. دلی کی زبان پر اس کے گہرے اثرات ہیں اور اردو کے ابتدائی دور پر اس کے گہرے اثرات ہیں۔
5. مسلمانوں کے ساتھ یہ زبان جنوبی ہند گئی اور وہاں کے ابتدائی ادب پر پوری طرح غالب ہے۔ دکن کے ابتدائی ادب پر اس کا رچاؤ ظاہر کرتا ہے کہ اردو نے ہریانوی کے وجود سے جنم لیا۔
6. ابتدائی ماہرین لسانیات نے کھڑی بولی کو ہریانوی بولی سے الگ سمجھا جب کہ جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ کھڑے لہجے کی وجہ سے کھڑی بولی کہلاتی ہے جب کہ یہ کھڑا لہجہ صوبہ ہریانہ کی زبان کا ہے جو کہ ہریانوی ہے۔
7. تحقیق نے ثابت کر دیا ہے ہریانوی زبان کا آغاز نثر سے ہوا ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ ہریانوی زبان اپنے لسانی قوانین اور گرائمر لے کر پیدا ہوئی ہے۔

8. ہریانوی زبان بہت پہلے سے موجود تھی لیکن گریسن اور دوسرے ماہرین لسانیات نے اس کا نام بہت بعد میں رکھا۔ عین اسی طرح جیسے پالی کا نام اُنیسویں صدی میں رکھا گیا۔

حقائق تصدیق کرتے ہیں کہ ہریانوی بہت وسیع زبان ہے، اس کا ثبوت اس کے متنوع لہجے ہیں اور یہ لہجے اتنا تغیر رکھتے ہیں کہ ایک عام آدمی ہر لہجے کو ایک الگ زبان سمجھ لیتا ہے۔ اسی طرح اُردو کے بھی کئی لہجے ہیں لیکن ہر لہجہ ہریانوی زبان میں نمودار دکھائی دیتا ہے۔

- 1 عبدالحق، مولوی، نوہرہ میگزین، مدیر: رانا تصویر احمد، شمارہ: 2 (ملتان: نوہرہ پبلی کیشنز، اکتوبر 2021ء تا 2022ء)، ص 6۔
- 2 ایضاً، ص 7۔
- 3 کنور ثار احمد، ”ہریانوی: عوامی زبان“، مشمولہ ماہ نامہ، راجپوتانا، (بہاول پور: جنوری 2000ء)، ص 30۔
- 4 نصیر حسین، خیال، ”داستانِ اردو“، (حیدرآباد دکن: ادارہ اشاعت اردو، سن)، ص 13۔
- 5 Dr. Shuja Namus, “Origion of Shina Languages”, Pakistani Language, Edited by Anwar S.Dil, Linguastic Research Group of Pakistan, Lahore, 1963, P.56-
- 6 خلیل احمد بیگ، مرزا، ”اردو زبان کی تاریخ“، (علی گڑھ: ایجوکیشن بک ہاؤس، 2007ء)، ص 402۔
- 7 گیان چند، ڈاکٹر، ”ایک بھاشا، دو لکھاوٹ، دو ادب“، (لاہور: فلشن ہاؤس، 2017ء)، ص 65۔
- 8 دھر بندرورما، ڈاکٹر، ”ہندی ساہتیہ کوش“، (گیان منڈل، کاشی، 1985ء)، ص 249۔
- 9 ایضاً
- 10 سنتی کمار چیٹرجی، ڈاکٹر،
- 11 شوکت سبزواری، ڈاکٹر، ”اردو زبان کا ارتقاء“، (ڈھاکہ: گہوارہ ادب پبلشرز، 1965ء)، ص 102۔
- 12 گیان چند، ڈاکٹر، ”لسانی رشتے“، (لاہور: فلشن ہاؤس، 2019ء)، ص 48۔
- 13 مسعود حسین خاں، ڈاکٹر، ”مقدمہ تاریخ زبانِ اردو“، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، دوسرا ایڈیشن، 2008ء)، ص 66۔
- 14 گیان چند، ڈاکٹر، ”لسانی رشتے“، (لاہور: فلشن ہاؤس، 2019ء)، ص 34۔
- 15 اشرف کمال، ڈاکٹر، ”لسانیات، زبان اور رسم الخط“، (فیصل آباد: روی بکس، 2017ء)، ص 51۔
- 16 خلیل احمد بیگ، مرزا، ”اردو زبان کی تاریخ“، (علی گڑھ: ایجوکیشن بک ہاؤس، 2007ء)، ص 403۔
- 17 مسعود حسین خاں، ڈاکٹر، ”مقدمہ تاریخ زبانِ اردو“، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، دوسرا ایڈیشن، 2008ء)، ص 63۔
- 18 ایضاً
- 19 گیان چند، ڈاکٹر، ”لسانی رشتے“، (لاہور: فلشن ہاؤس، 2019ء)، ص 96۔
- 20 ایضاً، ص 52۔
- 21 امبا پرشاد سمن،
- 22 مسعود حسین خاں، ڈاکٹر، ”مقدمہ تاریخ زبانِ اردو“، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، دوسرا ایڈیشن، 2008ء)، ص 63۔
- 23 مسعود حسین خاں، ڈاکٹر، ”لسانی جائزہ ہند“، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، دوسرا ایڈیشن، 2008ء)، ص
- 24 گیان چند، ڈاکٹر، ”لسانی رشتے“، (لاہور: فلشن ہاؤس، 2019ء)، ص 173۔